بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

عرب کے وفود۔ دربارِ رسالت میں

(یہ وفود تبلیغ دین کا ذریعہ تھے)

سید جلال الدین عمری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ نے آپ کا پرجوش اور بادشاہوں کی طرح استقبال کیا۔ مدینہ پہونچ کر آپ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، جہاں تمام امور خدا کے دین اور شریعت کے مطابق انجام پاتے تھے۔ اس ریاست کے قیام پر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دور و نزدیک کے قبائل سے اس کے تعلقات قائم ہونے شروع ہو گئے اور مختلف قبائل کے وفود مدینہ آنے لگے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا وفد مضر کی شاخ مزینہ کا تھا جو رجب ۵ھ میں حاضر ہوا[1]۔

فتح مکہ نے ثابت کر دیا کہ اسلام ایک ناقابل تسخیر قوت ہے۔ اسے دبایا اور مٹایا نہیں جا سکتا۔ جو قبائل اسلام کی بقا اور اس کی کامیابی کے بارے میں تردد کا شکار تھے ان کا تردد ختم ہو گیا اور قبیلے کے قبیلے اسلام کے دائرہ میں آنے لگے۔ اس سلسلہ میں لگاتار مدینہ ان کے وفود کی آمد شروع ہو گئی۔ رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا اور ۹ھ میں ان وفود کی آمد اس کثرت سے ہوئی کہ مورخین اسے 'عام الوفود' (وفود کا سال) کے نام سے یاد کرتے ہیں[2]۔

فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کے اس تیزی سے اسلام قبول کرنے کی وجہ حضرت عمرو بن سلمہؓ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کانت العرب تلوّم باسلامھم	عرب اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں فتح
الفتح فیقولون اترکوہ وقومہ	مکہ کا انتظار کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ

---

[1] ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱/۲۹۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء اس پر مزید بحث کے لیے دیکھی جائے ابن کثیر کی السیرۃ النبویۃ ۴/۷۷ اور آگے۔ [2] ابن ہشام، سیرۃ النبیؐ ۴/۲۲۱ تحقیق محی الدین عبدالحمید۔ طبع قاہرہ۔

فانه ان ظهر علیهم فهو نبی صادق فلما کانت وقعۃ الفتح بادر کل قوم باسلامهم وبادر قومی باسلامهم[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ ان پر غلبہ حاصل کرلیں تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ سچے نبی ہیں۔ لیکن جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں تیزی دکھائی۔ میری قوم نے بھی اپنے اسلام کے سلسلہ میں جلدی کی۔

مغازی کے امام محمد ابن اسحاق (م: ۱۵۱ھ) نے اسی بات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اہلِ عرب اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو کشمکش چل رہی ہے وہ کسی نتیجہ تک پہونچے (تاکہ وہ اپنے بارے میں فیصلہ کر سکیں) اس لیے کہ قریش کی حیثیت لوگوں کے امام کی تھی، وہ بیت اللہ اور حرم محترم کے متولی تھے اور حضرت اسمٰعیل سے ان کا نسلی تعلق خالص اور بے آمیز تھا۔ پورا عرب ان کے مرتبہ و مقام کو تسلیم کرتا تھا۔ ان ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا آغاز کیا تھا۔ جب مکہ فتح ہو گیا، قریش نے سپر ڈال دی اور سب کے سب اسلام کے زیر نگوں ہو گئے تو اہلِ عرب کو یقین آگیا کہ اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ ہر طرف سے گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی کیفیت کو قرآن مجید نے سورۂ نصر میں بیان فرمایا ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں جو وفود حاضر ہوئے، ابن سعد نے نام بنام ان کی تفصیل فراہم کی ہے۔ اس کے مطابق ان کی تعداد بہتر (۷۲) ہے[۳] تحقیق کے بعد اس میں کمی بیشی کا بھی امکان ہے[۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ وفود اسلام قبول کرتے،

---

[۱] بخاری، کتاب المغازی، باب (بغیر عنوان) رواہ النسائی مختصراً۔ کتاب الاذان، باب اجتزاء المرء باذان غیرہ فی الحضر۔ [۲] ابن ہشام، سیرت ۴/۲۲۲ [۳] طبقات ابن سعد ۱/۲۹۱-۳۵۹

[۴] علامہ ابن کثیر نے تحقیق کے بعد استقصاء کی کوشش کی ہے ان کے ہاں ابن سعد کے بیان کردہ بعض وفود کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ السیرۃ النبویۃ ۴/۷۶-۱۸۴

کبھی اس بات کی اطلاع دیتے کہ وہ اسلام لاچکے ہیں، آپ کی صحبت میں رہ کر دین سیکھتے، اسلامی زندگی کا عملاً مشاہدہ کرتے، نماز کے اوقات اور اس کے طریقہ سے واقفیت حاصل کرتے، احکام شریعت کی تفصیل معلوم کرتے، بعض اوقات آپ ضروری مسائل لکھوا بھی دیتے، ان کی مشکلات اور مسائل کو حل فرماتے اور کبھی انعامات اور عطیات سے بھی نوازتے۔

مدینہ علم دین کا مرکز تھا۔ جو وفود اس مرکز سے فیض یاب ہوتے ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ واپس جا کر اپنے قبیلوں میں دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیں۔ قرآن مجید نے ہر قبیلہ کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ اس میں سے کچھ لوگ مدینہ پہونچ کر علم دین حاصل کریں اور اس میں بصیرت پیدا کریں پھر واپس جا کر اپنی قوم کے درمیان انذار کا فرض انجام دیں (التوبہ: ۱۲۲)[۱] جو وفود مدینہ پہونچ کر علم دین حاصل کرتے تھے، فطری بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں اس دعوتی و تبلیغی ذمہ داری کی طرف ضرور متوجہ فرماتے رہے ہوں گے۔ بعض وفود کے سلسلہ میں ہمیں اس کی صراحت بھی ملتی ہے، اسی طرح کی بعض ہدایات یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

ا ۸ھ میں قبیلہ عبد القیس، جس کا تعلق بنو ربیعہ سے تھا، حاضر خدمت ہوا عرض کیا۔

انّا لا ناتیك الا فی اشهر الحرام وبیننا وبینك هذا الحی من کفار مضر مرنا بامر فصل نخبر به من وراءنا وندخل به الجنة[۲]	ہم آپ کی خدمت میں صرف اشہر حرم ہی میں حاضر ہوسکتے ہیں اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر موجود ہیں (مضر اور ربیعہ کے درمیان جنگ رہتی تھی) اس لیے آپ ہمیں فیصلہ کن بات بتا دیں جس سے ہم اپنے بعد والوں کو بھی باخبر کریں اور ہم خود بھی جنت میں داخل ہوسکیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ دین سیکھتے تھے ان کے سامنے از خود یہ بات رہتی تھی کہ اس کی دوسروں کو دعوت دینی ہے اور اسے ان تک پہونچانا ہے ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔

---

[۱] اس آیت پر کسی قدر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب معروف و منکر ص ۸۱-۸۷ طبع دوم مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی [۲] بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ الخ

من نا بامر نعمل بہ و ندعو الیہ من وراءنا[1]	ایسی بات کا حکم دیں جس پر ہم بھی عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں انھیں بھی اس کی دعوت دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کو اللہ واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا:

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد، خدمت اقدس میں مدینہ پہونچ کر اسلام لایا۔ طبقات ابن سعد: ۱/۳۱۴۔ لیکن اس وفد کا آپ کو اے اللہ کے رسول کہہ کر خطاب کرنا یا یہ کہنا کہ راستہ میں کفار مضر کی وجہ سے ہم صرف اشہر حرم میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اس سوال پر کہ کیا تم ایمان باللہ کا مطلب سمجھتے ہو، یہ جواب دینا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ فتح الباری ۱/۹۸۔ اس کی تائید ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس قبیلہ کے ایک فرد منقذ بن حیان اپنی تجارت کے سلسلہ میں مدینہ آیا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد وہ ساز و سامان کے ساتھ مدینہ تجارت کے لیے پہونچے۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے، آپ نے ان کی اور ان کے قبیلہ کے مختلف افراد کی نام بنام خیریت دریافت کی۔ وہ آپ سے متاثر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ سورۂ فاتحہ اور اقرا یاد کی اور نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے قبیلۂ عبد القیس کے بعض لوگوں کے نام ایک خط دیا۔ انھوں نے وہاں پہونچ کر اس خط کو اپنے ہی پاس رکھا۔ لیکن کچھ دن بعد ان کی بیوی کو اس کا علم ہو گیا اس نے اپنے باپ منذر بن عائذ بن الحارث سے اس کا ذکر کیا اور بتایا کہ مدینہ سے واپسی کے بعد سے ان کے شوہر استنجا کرنے اور قبلہ رو ہو کر ایک نئی طرح کی عبادت کرنے لگے ہیں۔ پھر منذر اور ان کے درمیان بات چیت ہوئی۔ منذر کے دل میں بھی اسلام اتر گیا۔ اس نے عصر اور محارب کے قبائل سے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔ آپ کے مکتوب کا ذکر کیا۔ انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائے۔ نووی: شرح مسلم ۱/۳۳۔ اس واقعہ کی تفصیلات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے جس طرح نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ منذر بن عائذ کو ایک راہب نے آنے والے پیغمبر کی خبر دی تھی اور ان کی علامات بتائی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس نے اپنے خواہرزادہ عمرو بن قیس کو مکہ بھیج کر معلومات حاصل کیں۔ جب عمرو بن قیس نے دیکھا کہ راہب کی بیان کردہ تمام علامات آپ کے اندر پائی جاتی ہیں تو وہ اسلام لے آئے اور واپس جا کر منذر بن عائذ کو بھی اس کی اطلاع دی تو انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔ بالآخر ۸ھ میں اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۱۷۸-۴۷۷۔ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ۔

أتدرون ما الایمان باللہ وحدہ	کیا تم جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان کا کیا
قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ	مطلب ہے۔ انھوں نے عرض کیا اللہ اور
ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا	اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے
رسول اللہ[1]	فرمایا اس کا مطلب ہے لا الٰہ الا اللہ محمد
	رسول اللہ کی شہادت دینا۔

مطلب یہ کہ یہ بات ذہن میں ہر دم محفوظ رہنی چاہئے کہ ایمان باللہ، رسالت پر ایمان کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ پھر ایمان بالقلب ہی کافی نہیں اس کی شہادت دینا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور رمضان میں روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ بھی بتایا کہ انھیں مالِ غنیمت میں سے خمس (۵/۱) بیت المال میں جمع کرنا ہوگا۔ انھیں ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا جن میں اس وقت شراب بنتی تھی[2] (یہ ممانعت ابتدائی دور میں تھی تاکہ لوگوں کا ذہن شراب کی طرف سے بالکل ہٹ جائے، بعد میں ان کے استعمال کی اجازت دے دی گئی)

ظاہر ہے ان تمام احکام کی تفصیل بھی انھیں بتائی گئی ہوگی۔ خود وفد کے ارکان بھی اپنے علم میں اضافہ کی کوشش کرتے رہے ہوں گے۔ چنانچہ وفد کے ایک رکن عبداللہ بن الاشج کے بارے میں صراحت کے ساتھ آتا ہے۔

کان عبد اللہ الاشج یسائل	عبداللہ الاشج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ	سے فقہ (احکام) اور قرآن کے بارے
وسلم عن الفقہ والقرآن[3]	میں سوالات کرتے تھے۔

قبیلہ عبدالقیس کا یہ وفد جب واپس ہونے لگا تو آپ نے فرمایا۔

احفظوھن واخبروا بھن	ان باتوں کو اچھی طرح یاد کرلو اور جو لوگ
من ورائکم[4]	پیچھے رہ گئے ہیں انھیں ان سے باخبر کرو۔

ایک روایت میں "وابلغوھن من ورائکم" کے الفاظ بھی آتے ہیں[5] مطلب

---

[1] بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ الخ

[2] حوالۂ سابق [3] طبقات ابن سعد: ۱/۳۱۵

[4] بخاری ومسلم حوالہ سابق [5] بخاری، کتاب التمنی

یہ کہ دین کی ان باتوں کو اچھی طرح حفظ کرلو اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان تک انھیں پہونچاؤ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قبیلہ کے وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو مدینہ نہیں پہونچ پائے تھے اور اس سے مراد اپنے بعد والے بھی ہو سکتے ہیں یعنی دین کی ان تعلیمات کو اپنی آیندہ نسلوں تک منتقل کرو[1]۔

یہ وفد تیرہ، چودہ سواروں پر مشتمل تھا۔ بعض روایتوں میں ارکان وفد کی تعداد چالیس بتائی گئی ہے۔ ممکن ہے نمایاں افراد سواریوں پر آئے ہوں اور باقی افراد پیادہ ہوں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس وفد کے صرف سات ارکان کے نام ملتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر نے اس میں سے کافی افراد کے نام جمع کر دئے ہیں[2]۔

اس وفد نے دس روز مدینہ میں قیام کیا[3]۔ اور دین کی تعلیم حاصل کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت ایسی تیار ہوگئی جو دین کی بنیادی تعلیمات اور اس کے ضروری مسائل سے واقف تھی۔ اس پوری جماعت کو تبلیغ و دعوت کے کام پر لگا دیا گیا۔ یہ گو ایک خاص قبیلہ کا ذکر ہے لیکن اس سے یہ قیاس کرنا مشکل نہیں ہے کہ اسلام لانے والے ہر وفد کو تبلیغ دین کی اسی طرح ہدایت دی جاتی رہی ہوگی۔ چنانچہ امام بخاری نے اس حدیث پر ایک جگہ یہی باب (عنوان) قائم کیا ہے۔

باب وصاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفود العرب ان یبلغوا من ورائھم[4]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفود عرب کو تاکید کہ وہ اپنے بعد والوں تک دین کی باتیں پہونچائیں۔

۲۔ عمرو بن سلمہ[5] کہتے ہیں کہ ہمارا قافلہ جہاں آباد تھا وہ قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ مختلف قبائل ہمارے ہاں سے گزرتے رہتے تھے۔ ہم ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

---

[1] فتح الباری: ۱/۱۰۶ [2] فتح الباری: ۱/۹۷ [3] طبقات ابن سعد: ۱/۳۱۵

[4] بخاری، کتاب التمنی [5] عمرو بن سلمہ بن نقیع وقیل ابن القیس الجرمی۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کو صحابی کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن کتاب کے محشی نے مختلف حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ صحابی ہیں ۲۰/۲۷۔ اس میں تو کوئی بحث ہی نہیں ہے کہ ان کے والد صحابی تھے جن کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا تھا۔ [6] ابن سعد، طبقات ۱/۳۳۶

معلومات کرتے تھے۔ وہ ہمیں آپ کے بارے میں بتاتے، جو وحی آپ پر نازل ہوتی اس کا ذکر کرتے۔ ان کی یہ باتیں میرے دل میں بیٹھ جاتی تھیں۔ میری یادداشت اچھی تھی۔ میں نے ان سے سن کر قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس کا کافی حصہ حفظ کر لیا۔ فتح مکہ کے بعد عرب کے مختلف قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے تو میرے والد بھی مدینہ پہونچے تاکہ اپنی قوم کے اسلام لانے کی اطلاع دیں۔ ابن سعد میں ہے کہ اللہ نے جب تک چاہا میرے والد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقیم رہے۔ جب واپس ہوئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آرہا ہوں۔ پھر انھوں نے بتایا کہ آپ نے فلاں فلاں بات کا حکم دیا ہے اور ان ان کاموں سے منع کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کون سی نماز کس وقت پڑھی جائے[1] عمرو بن سلمہ کے والد کے ساتھ ایک پورا وفد تھا چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے

انطلق ابی وافدا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی نفر من قومہ فعلّمھم الصلوٰۃ[2]	میرے باپ اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سب کو نماز کی تعلیم دی۔

نماز کی تعلیم کا ذکر انھوں نے ایک خاص سیاق میں کیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دین کی اور باتیں بھی انھوں نے لازماً سیکھی ہوں گی چنانچہ ایک اور روایت میں ہے۔

تعلموا القراٰن وقضوا حوائجھم[3]	وفد کے لوگوں نے قرآن مجید سیکھا اور اپنی ضروریات پوری کیں۔

واپسی کے بعد قبیلہ میں باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز قائم کرنے کا حکم دیا۔ امامت کے بارے میں فرمایا:۔

اذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذن احدکم ولیؤمکم اکثرکم قراٰنا	جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور تم میں سے جس شخص

---

[1] طبقات ابن سعد ۱/ ۳۳۶
[2] ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من احق بالامامۃ
[3] طبقات ابن سعد: ۱/ ۳۳۶

کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ تمہاری امامت کرے۔

حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ قرآن مجھے سب سے زیادہ حفظ ہے، اس لیے کہ آپ کے پاس سے واپس ہونے والے قافلوں سے سن کر میں قرآن حفظ کر رہا تھا، تو انھوں نے مجھے امامت کے لیے بڑھا دیا۔ اس وقت میری عمر سات آٹھ سال تھی۔[۱]

۳۔ تبوک کی تیاری جاری تھی کہ بنولیث بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کا وفد مدینہ منورہ پہونچا۔[۲] اس میں حضرت مالک بن حویرث بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیس دن رہے۔ آپ بڑے رحیم اور رقیق القلب تھے۔ جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہمیں بیوی بچوں کی یاد آنے لگی ہے اور ہم واپس ہونا چاہتے ہیں تو ارشاد فرمایا:۔

ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیہم	اپنے بیوی بچوں میں واپس جاؤ، ان کے
وعلّموھم ومروھم وصلوا	درمیان قیام کرو اور انھیں (دین کی) تعلیم دو
کما رأیتمونی اصلی فاذا حضرت الصلوٰۃ	اور (اس کی پابندی کا) انھیں حکم دو نماز اس
فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم	طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا
اکبرکم[۳]	ہے۔ جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے
	ایک آدمی اذان دے اور جو تم میں سب سے
	بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرے۔

یہ درحقیقت گھر اور خاندان والوں کی تعلیم و تربیت اور نماز با جماعت کی تاکید اور اس کے آداب کا بیان ہے۔

---

[۱] پورا واقعہ بخاری میں ہے۔ کتاب المغازی، باب بغیر عنوان، بعض تفصیلات اور کتابوں سے لی گئی ہیں ان کا موقع پر حوالہ دیدیا گیا ہے۔ [۲] طبقات ابن سعد ۱/۳۰۵۔ فتح الباری ۲/۷۵

[۳] بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین۔ مسلم، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ۔ نماز کی امامت میں عمر سے زیادہ علم کی اہمیت ہے۔ یعنی علم والے کو زیادہ عمر والے پر ترجیح حاصل ہوگی۔ لیکن یہاں آپ نے بڑی عمر والے کو امام بنانے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ یہ سب لوگ تقریباً ایک ہی عمر کے نوجوان تھے چنانچہ اسی حدیث میں آتا ہے۔ نحن شببۃ متقاربون (ہم تقریباً ہم عمر جوان تھے) مدینہ میں انھیں قیام کا موقع بھی مساوی ملا تھا اس لیے علمی لحاظ سے بھی وہ سب برابر تھے۔ وکنا یومئذ متقاربین فی العلم (ہم سب علم میں قریب قریب یکساں تھے) ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب من احق بالامامۃ۔ ظاہر ہے اس صورت میں عمر کو ترجیح حاصل ہوگی۔

۴۔ ۹ھ میں بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا[۱]۔ وہ مدینہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ انھوں نے پوچھا ان میں ابن عبدالمطلب کون ہیں؟ صحابہ نے آپ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ خوبصورت ہستی جو ٹیک لگائے تشریف فرما ہے، یہی ابن عبدالمطلب ہیں۔ انھوں نے آپ سے عرض کیا میں آپ سے کچھ سوالات کروں گا۔ میرے انداز میں درشتی ہو گی۔ آپ برا نہ مانیں۔ آپ نے فرمایا میں برا نہیں مانوں گا۔ جو تمہارا جی چاہے سوال کرو۔ انھوں نے کہا آپ کے سفیر (مبلغ) نے ہم سے کہا ہے کہ آپ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا سفیر نے سچ کہا۔ انھوں نے پوچھا کس نے یہ آسمان پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ نے پیدا کیا۔ انھوں نے سوال کیا یہ زمین کس نے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اللہ نے پیدا کی۔ انھوں نے پوچھا کہ زمین میں کس نے پہاڑ نصب کیے اور اس میں پائی جانے والی چیزیں پیدا کیں۔ آپ نے فرمایا اللہ نے؟ انھوں نے کہا۔ اس خدا کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور پہاڑ کھڑے کیے، کیا اسی نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ انھوں نے اسی طرح قسم دے دے کر نماز، روزہ زکوٰۃ، اس کے مصارف، حج اور دیگر احکام شریعت کے بارے میں سوالات کیے۔ آپ نے ان سب کا اثبات میں جواب دیا۔ انھوں نے یہ کہہ کر کہ میں ان سب باتوں پر ایمان لاتا ہوں شہادتین کا اقرار کیا اور کہا کہ جو فرائض آپ نے بتائے ہیں میں انھیں ادا کروں گا اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کروں گا۔ نہ تو اس سے زیادہ کچھ کروں گا اور نہ اس میں کمی ہو گی۔ پھر انھوں نے قبیلہ میں پہونچ کر سب سے پہلے لات و عزیٰ کی مذمت کی۔ قبیلہ والوں نے ڈرایا کہ

---

[۱] اسے ۷ھ کا بھی واقعہ بتایا گیا ہے (الاستیعاب ۲/۲۱۵) حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ یہ رجب ۵ھ کا واقعہ ہے (طبقات ابن سعد ۱/۲۹۹) لیکن حضرت ابن عباسؓ ہی کی ایک دوسری روایت سے جو بخاری وغیرہ میں ہے اس کی تردید ہو جاتی ہے۔ اسے وہ مدینہ میں اپنے سامنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ضمام بن ثعلبہ کی آمد ۹ھ میں ہوئی تھی۔ اس لیے کہ بنو سعد غزوہ حنین کے بعد اسلام لانے اور غزوۂ حنین شوال ۸ھ میں ہوا تھا۔ ۹ھ ہی میں دوسرے وفود بھی بکثرت آئے۔ فتح الباری ۱/۱۱۳۔ نیز الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۲/۲۱۱

دیکھو اس حرکت کی وجہ سے کہیں تم برص، جذام یا جنون میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا۔ تمہارا برا ہو لات اور عزیٰ نفع یا نقصان کچھ نہیں پہونچا سکتے۔ اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے۔ اس پر اپنی کتاب نازل کی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ اس نے تمہیں ان خرافات سے نجات دی ہے۔ میں تو اللہ واحد اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ جو باتیں میں آپ سے معلوم کر کے آیا ہوں ان کی تعلیم دیتا ہوں۔ ان کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ قبیلہ کے تمام مرد اور عورت مسلمان ہو گئے۔ مساجد بن گئیں اور اذان اور نماز ہونے لگی[1]

۵۔ قبیلۂ بنو سلیم میں ایک صاحب قیس بن نُشبہ تھے[2]۔ وہ دور جاہلیت میں عبادت و ریاضت کرتے تھے اور سابق آسمانی صحیفوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا تو غزوۂ خندق کے بعد آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا میں اپنی قوم کا نمائندہ اور سفیر ہوں۔ وہ میری بات مانتی اور اطاعت کرتی ہے۔ میں آپ سے بعض وہ سوالات کروں گا جن کا وہی شخص جواب دے سکتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہو۔ انھوں نے سات آسمانوں، فرشتوں اور ان کی غذا جیسے غیبی امور کے بارے میں سوالات کیے۔ آپ نے ان کے جوابات دئے اور اسلامی تعلیمات ان کے سامنے پیش کیں۔ جب اوامر و نواہی کو انھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تو اسلام لے آئے۔ اور وعدہ فرمایا کہ میری قوم کے ایک ہزار گھڑ سوار حاضر خدمت ہوں گے۔ اس کے بعد اپنی قوم میں پہونچ کر انھوں نے کہا اے بنو سلیم! میں نے روم اور فارس کی باتیں سنی ہیں۔ اشعار عرب سے واقف ہوں، حمیر کی زباں دانی دیکھی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان سب سے مختلف ہے۔

ے۱ اس واقعہ کی کم یا زیادہ تفصیلات حدیث اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں ملتی ہیں۔ ہمارے پیش نظر حسب ذیل کتابیں رہی ہیں۔ بخاری، کتاب العلم، باب القرأۃ والعرض علی المحدث۔ مسلم، کتاب الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام۔ مسلم میں ضمام بن ثعلبہ کے نام کی صراحت نہیں ہے، رجل من اہل البادیہ (دیہات کا ایک شخص) کہا گیا ہے۔ مسند احمد ۳/ سیرت ابن ہشام: ۴/۲۲۲-۲۲۱۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۹۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابہ ۲/۲۱۵-۲۱۷۔

ے۲ ابن سعد نے قیس بن نُسَیبہ نام بتایا ہے۔ طبقات ۱/۳۰۷ لیکن ابن کثیر (السیرۃ النبویہ ۴/۱۷۶) اور حافظ ابن حجر (اصابہ ۳/۲۶۰) نے قیس بن نُشبہ لکھا ہے۔

لہٰذا ان کی اطاعت کرو (وہ کوئی غیر نہیں) تمہارا ننہالی رشتہ بھی ان سے ہے۔ اگر وہ کامیاب ہوئے تو تم فائدہ میں رہو گے اور تمہاری قسمت اچھی ہوگی اگر وہ کامیاب نہیں ہوتے تو عرب تمہارے خلاف اقدام کی ہمت نہیں کر سکتے۔ میں نے جس وقت ان سے ملاقات کی تو ان کے معاملہ میں میرا دل پتھر سے زیادہ سخت تھا لیکن ان کی بات چیت اور کلام سے وہ آہستہ آہستہ نرم پڑ گیا۔ میری بات مانو اور اس دین میں قسمت نے جو تمہارا حصہ رکھا ہے اسے حاصل کر لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں 'حبر' (عالم) فرماتے تھے۔ ان کی تبلیغ کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۸ھ میں بنو سلیم کے نو سو اور بعد میں ایک ہزار افراد نے قدید میں آپ سے ملاقات کی اور فتح مکہ، طائف اور حنین میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوات میں ان کا الگ جھنڈا اور الگ شعار بھی رکھا تھا۔[۱]

۶۔ عمرو بن مرہ الجہنی کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ جہینہ کا ایک بت تھا جس کی ہم سب تعظیم کرتے تھے۔ میں اس کا مجاور اور خادم تھا جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو میں نے یہ بت توڑ پھینکا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام لایا اور حق کی گواہی دی، جو کچھ بھی آپ نے اللہ کی طرف سے حرام و حلال کی تفصیل بتائی اس کی تصدیق کی اور اسے تسلیم کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی قوم میں اسلام کی دعوت کے لیے بھیج دیا۔ ان کی کوشش کے نتیجہ میں پوری قوم اسلام لے آئی، صرف ایک شخص نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ عمرو بن مرہ نے اس کے حق میں بد دعا کی تو اسے لقوہ ہو گیا، وہ بول نہیں پاتا تھا، بینائی ختم

---

[۱] ایک روایت میں ان کی تعداد سات سو بتائی گئی ہے۔ ابن سعد میں ہے کہ یہ نو سو کی تعداد میں تھے۔ جب انھوں نے ملاقات کی تو آپ نے قیس بن نشبہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ وہ خوبصورت، خوش کلام اور صادق الایمان کہاں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا انھوں نے ایک ہزار افراد کے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے اور بنو کنانہ کے درمیان جنگ کے خطرہ کی وجہ سے ایک سو افراد وہیں رہ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ نے چاہا تو اس سال اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ بعد میں وہ لوگ بھی آ گئے اور سب کے سب فتح مکہ، طائف اور حنین میں شریک ہوئے۔

بنو سلیم کے واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن سعد، طبقات: ۱/۳۰۷ - ۳۰۹ - ابن کثیر السیرۃ النبویہ ۴/ ۱۷۶-۱۷۷ ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ۳/۲۶۰ - ۲۶۱

ہوگئی تھی۔ احتیاج کی زندگی اس نے گزاری[1]

۷۔ ضحاک بن سفیان کی کوشش سے بنو کلاب کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا۔ ۹ھ میں اس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا کہ ضحاک بن سفیان نے ہمارے درمیان کتاب اللہ اور آپ کی بتائی ہوئی سنت کے مطابق عمل کیا اور آپ کی رسالت پر ایمان لانے کی ہمیں دعوت دی، ہم نے اسے قبول کرلیا۔ انھوں نے ہمارے اغنیاء سے صدقات وصول کیے اور ہمارے فقراء پر تقسیم کیے[2]

۸۔ ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد بن عبادہ کو قبیلہ صداء کی سرکوبی کا حکم دیا۔ وہ چار سو افراد کا لشکر لے کر پہونچے اور قریب ہی ایک مقام پر خیمہ زن ہوگئے۔ قبیلہ صداء کو جب اس کی اطلاع ملی تو ان کا نمائندہ خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ لشکر کو واپس بلالیں۔ میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ میری قوم آپ کا ساتھ دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس قبیلہ کے پندرہ افراد خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام لائے اور بیعت کرکے واپس ہوئے۔ ان کے ذریعہ قبیلہ میں اسلام پھیلا اور حجۃ الوداع میں اس کے سو افراد نے آپ سے نیاز حاصل کیا[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں عرب کے مختلف علاقوں کے وفود آئے۔ اسلام کو سمجھا اور قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی۔ یہ وفود ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت کا سبب بنے، ان کے ذریعہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا نور پھیلا اور بہت جلد عرب ساری دنیا کے امام اور قائد بن گئے۔

---

[1] ابن سعد: طبقات ۱/۳۲۳-۳۲۴۔ حافظ ابن حجر نے ان کے اس واقعہ کا حوالہ دیا ہے اور ان کے مزید حالات بیان کیے ہیں۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/۱۵-۱۶۔

[2] ابن سعد: طبقات ۱/۳۰۰۔ ابن کثیر: السیرۃ النبویۃ: ۴/۱۷۳

[3] ابن سعد: طبقات ۱/۳۲۶-۳۲۷۔ ابن عبدالبر: الاستیعاب: ۱/۵۶۶-۵۶۷ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ السیرۃ النبویہ: ۴/۱۶۳-۱۶۱